علماء پنجاب کی تفسیری خدمات
(عربی زبان میں)

(۱)

ڈاکٹر محمد طفیل

تفسیر عربی زبان کا لفظ ہے - جس کا مادہ ف - س - ر فسر ہے اور جس کے معنی کھول کر بیان کرنے کے ہوتے ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہے -

" **التفسیر** کشف المراد من اللفظ المشکل " (۱) -

اس علم کو " تفسیر " اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں متکلم کا مدعا اس طرح کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہوتی اس علم کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے -

" علم تفسیر وہ علم ہے جس میں احوال قرآن ، من حیث القرآن ، بیان کئے جاتے ہیں اور بقدر طاقت بشریہ جو کچھ خدائے پاک کی مراد ہے الفاظ کے ذریعے ظاہر کی جاتی ہے (۲) " -

اس علم کا موضوع قرآن مجید ہے اور اس علم کا مقصد معانی و مطالب قرآن کا سمجھنا اور منشائے الہی کا جاننا ہے -

علماء نے روایتی انداز میں قرآن مجید کی تفاسیر لکھنے کے علاوہ ، قرآن کے علوم و معارف پر مختلف انداز سے ضخیم اور

مختصر کتابیں لکھیں ، نیز قرآن فہمی کی خاطر بہت سے علوم ایجاد کئے جن کے ذریعے قرآن کے معانی و مطالب کی صحیح سمجھ غیر عربی دان حضرات کے لئے نہ صرف ممکن ہو گئی بلکہ کافی حد تک سہل بھی ہو گئی ۔ مثلاً قرأت و تجوید ، معانی ، بلاغت ، بیان ، صرف و نحو ، خطاطی ، لغت نویسی وغیرہ وغیرہ۔ان سب علوم میں بھی مسلمانوں نے بلند پایہ خدمات سرانجام دی ہیں ۔ پنجاب کے علماء نے بھی ان علوم میں اپنا حصہ شامل کیا ہے ۔

قرآن حکیم کی تفسیر و تشریح کا رواج زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں شروع ہو گیا تھا ۔ اور بہت سے صحابہ کرام سے تفسیری روایات مروی ہیں چنانچہ احادیث کی قریباً سب معتبر کتابوں میں تفسیر قرآن کا باب ملتا ہے ۔ تاہم کتابی شکل میں مدون حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ,, تنویر المقیاس ،، کو اولین تفسیر ہونے کا درجہ حاصل ہے ۔

ان کے بعد سے آج تک ہر مکتب فکر کے علماء نے ہر عہد میں ، دنیا کی ہر زندہ زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی ہے ۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا ۔ ہمارے زیر نظر مختصر باب کا موضوع پنجاب کے علماء کی عربی زبان میں تفسیری خدمات کی نشاندہی کرنا ہے پنجاب کے علماء نے اس میدان میں گراں قدر حصہ ڈالا اس لئے آئندہ صفحات میں خطۂ پنجاب کے مفسرین کی عربی تفسیروں کا ذکر کیا جائے گا ۔ ایسا کرتے وقت ترتیب زمانی کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور ہر اس عالم دین اور مفسر قرآن کا تعارف کرایا گیا ہے جس نے علوم قرآن یا تفسیر کے بارے میں کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہو ۔

عربی زبان کی اهمیت اور اسلامی علوم میں اس کی افادیت همیشه سے مسلم رهی هے - مذهبی تقدس کے ساتھ اسے علمی تفوق بھی حاصل رها نیز دنیا کے تمام مسلمانوں کے مابین یه رابطه کی واحد زبان رهی اور اس زبان میں جو کچھ لکھا جاتا اس کی اشاعت سارے مسلمان ملکوں اور آبادیوں میں هوتی تھی اس لئے جو اهل علم عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی صلاحیت رکھتے تھے وه اسی زبان میں کتابیں لکھتے تھے تاکه اپنی تصانیف کو علاقائی حد بندیوں سے نکال کر پورے عالم اسلام کے سامنے پیش کر سکیں -

عقلی و نقلی علوم کے ساتھ ساتھ تفسیری ادب میں بھی اچھی خاصی تعداد میں کتابیں عربی زبان میں لکھی گئیں-یه تفسیری ادب مختلف نقطه هائے نظر کے تحت وجود میں آیا-بعض نے احکام کے استنباط کا خیال رکھا اور ایسی تفاسیر فقهی انداز کی تفسیریں کهلائیں - بعض نے ادبی پهلوؤں پر زور دیا جبکه کسی نے روایات سلف کو جمع کرنے کی کوشش کی اور کسی گروه نے تصوف کے نکات کو واضح کرنا اپنا معیار بنایا اور ایسی تفسیریں «صوفیانه تفسیر» سے موسوم هوئیں -

برصغیر کے تاریخی خطه پنجاب میں یه فن کب آیا ؟ سب سے پهلے کس نے اس خطه میں تفسیر قرآن لکھی؟ اس کی صحیح تعیین کرنا کافی مشکل هے کیونکه اس خطه کے مسلمانوں کی ابھی تک کوئی ایسی تاریخ مرتب نهیں هو سکی جس میں اس امر کی نشاندهی کی جا سکے که سب سے پهلے کون سے مفسر اس خطه میں آئے اور تفسیری خدمات انجام دیں اور ایسا کوئی تذکره بھی میسر نهیں هے جس میں ترتیب زمانی سے علماء اور ان کی

تصانیف کا جائزہ پیش کیا گیا ہو۔ جو تذکرے معروف اور میسر ھیں ، وہ بھی اس نوعیت کی معلومات اور تفصیلات مہیا کرنے سے قاصر ھیں ۔

تاھم اتنا معلوم ہو سکا ھے کہ پنجاب میں سب سے پہلے مفسر شیخ اسماعیل لاھوری تھے جو ۴۹۳ میں ھندوستان آئے (۳)۔ انھوں نے پنجاب کے علمی مرکز لاھور میں آنے کے بعد یہاں درس قرآن و تفسیر کا سلسلہ شروع کیا ۔ ان کے درس و تدریس اور تفسیر قرآن کا تمام تر سلسلہ زبانی تھا انھوں نے اس موضوع پر کوئی باقاعدہ تصنیفی کام نہیں کیا ، اور غالباً ان کے تلامذہ میں سے بھی کسی نے ان کے تدریسی نوٹ مدون نہیں کئے ۔ کیونکہ ان کی کسی تصنیفی یادگار کا علم نہیں ہو سکا حتی کہ وہ لاھور ھی میں ۴۴۸ ھ / ۱۰۵۶ء، میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے (۴)۔

پنجاب میں لکھی گئیں تفسیروں کا جب بھی ذکر کیا جاتا ھے ۔ تو عام لوگوں کا خیال ھوتا ھے کہ ایسی تفسیروں کی تعداد برائے نام ھی ھو گی اور انھیں عربی ادب میں کوئی مقام حاصل نہیں ھو گا ۔ حالانکہ ایسا نہیں ھے ۔ پنجاب اس میدان میں کسی بھی خطے سے پیچھے نہیں رھا ۔ اور اس کام کو متعارف کرانے کے سلسلے میں کچھ کام ھوا بھی ھے جس کے لئے ڈاکٹر زبید احمد کی ابتدائی کوشش

Contribution of India to Arabic literature

خاص طور سے قابل ذکر ھے ۔ اس کتاب میں ایک باب برصغیر کے تفسیری ادب کے لئے مختص ھے ۔ اس باب میں بشمول پنجاب برصغیر کی ۸۴ کتابوں کا ذکر ملتا ھے جن کا علوم قرآن اور تفسیر سے تعلق ھے۔ ھماری فہرست اس سے مختلف ھے کیونکہ ھم نے نسبتاً

چھوٹے خطے پر کام کیا ھے اور اپنے مقالے کو خطۂ پنجاب تک محدود رکھا ھے ۔ تاھم ھمارا خیال ھے کــہ یہ فہرست اور بھی طویل ھو جاتی اگر برصغیر کے بہت سے ذاتی کتب خانوں اور شخصی نسخوں تک ہماری رسائی ممکن ھوتی ۔ یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ھے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن حکیم کی تفسیریں لکھی ھوں گی مگر افسوس کہ وہ اھل علم تک نہ پہنچ سکیں ۔

مختلف ذرائع سے جس صاحب تصنیف مفـــسر کا پتہ چلتا ھے کہ انھوں نے پنجاب میں پہلی تفسیر عربی زبان میں لکھی وہ ابو بکر اسحاق بن تاج الدین (م ۷۳۶ ھـ) ھیں آپ حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور ابن التاج کے نام سے مشہور ھیں (۵) ۔ انھوں نے قرآن حـــکیم کی ایک تفسیر لکھی تھی جس کا نام „ جواھر القرآن „ رکھا تھا ۔ بعـد میں انھوں نے خود ھی اپنی کتاب کا خلاصہ تیار کیا اور اس کا نام „ خلاصہ جواھر القرآن فی بیان القرآن „ رکھا ، اصل کتاب کا تو پتہ نہیں چلتا البتہ خلاصہ کا ایک نسخہ برلن کے کتب خانہ (۶) میں محفوظ ھے ۔

اس سلسلے میں دوسرا بڑا نام امیر کبیر سید علی ھمدانی کا ھے ۔ ان کی پیدائش ھمـــدان میں ھوئی اور ۷۸۱ ھـ میں اس وقت کے پنجاب اور آج کے کشمیر میں آ کـــر قیام پذیر ھوئے اور کشمیری کہلائے ۔ ان کا انتقال ۷۸۶ ھـ (۷) میں ھوا ۔ انھوں نے علم ناسخ و منسوخ کے بارے میں بھی ایک „ رسالہ „ تصنیف کیا تھا جس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری کے علاوہ کہیں نہیں ملتا ھے (۸) ۔

فیضی (م ۱۰۰۴ ھـ) کی „سواطع الالھام„ کو پنجاب کی تفاسیری تصانیف کا ذکر کرتے ھوئے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا

سکتا ۔ عرب و عجم ہر جگہ اس کا چرچا رہا ہے اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ پوری تفسیر صنعت مہملہ یعنی بےنقط الفاظ میں لکھی گئی ہے ۔ جس سے فیضی کی عربی زبان پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس صنعت مہملہ کی وجہ سے تفسیر خاصی مشکل اور مبہم ہو گئی ہے لیکن پھر بھی یہ ایک منفرد نوعیت کا کام ہے ۔

پنجاب کی عربی تفسیروں میں سے ایک عجیب و غریب تفسیر حاجی عبدالوهاب بخاری (۹۳۲ھ) کی ہے اس میں قرآن کریم کی تمام آیات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت قرار دیا گیا ہے ۔ اور پوری تفسیر اسی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے ۔ اخبار الاخیار میں اس تفسیر کے بعض حصے نقل ہوئے ہیں ۔ تفسیر البیضاوی اس خطہ کے درسی نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بہت سے حواشی لکھے گئے ہیں جن میں ملا عبدالسلام (۱۰۰۳ھ کا حاشیہ اور عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ) کا حاشیہ بہت اہم اور مفید ہیں ۔ عبداللہ بن عبدالحکیم اللبیب (م ۱۰۹۳ ھ) کی تفسیر سورۃ الفاتحہ بھی عالمانہ ہے ۔

آخری دور میں پانی پت کے مشہور مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ ھ) کی تفسیر المظہری بہت بلند پایہ تصنیف ہے ان کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ ھ) نے "تفسیر القرآن بکلام الرحمن " کے نام سے قرآن کی قرآن سے تفسیر لکھ کر پنجاب کے مفسرین میں بلند مقام پایا ۔

ابن التاج (م ۷۳۶ ھ)

جواہر القرآن ۔

ابو بکر اسحاق بن تاج الدین الملتانی الحنفی (م ۷۳۶/

۱۳۳۵) اپنی کنیت „ ابن التاج " سے معروف ھیں اگرچہ ان کے حالات زندگی معــلوم نہیں ھو سکے تاھم ان کی تالیفات میں سے کچھ ھم تک پہنچی ھیں جن کے قلمی نسخوں کی نشاندھی آلورت (۹) (Ahlrarrt) نے اپنی فہرست میں کی ھے -

جیسا کہ پہلے ذکر ھوا فاضل مصنف نے „ جواھر القرآن " کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی جو اب ناپید ھے پھر انھوں نے اپنی تفسیر کا ایک خلاصہ لکھا یہ „ خلاصہ جواھر القــرآن فی بیــان معــانــی القــرآن " محفوظ ھے - پنجاب کے علماء نے تفسیر القرآن کا غالباً یہ پہلا خلاصہ تیار کیا - اس کتاب کی زبان عربی ھے لیـکن بعض مقامات پر الفاظ کی تشریح فارسی میں بھی کر دی گئی ھے - یہی وجہ ھے کہ سٹوری نے اس کتاب کو اپنی فہرست میں فارسی کتب میں شامل کیا ھے - چنانچہ ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ھیں -

Mr Storay has included this work in the Quranic Section of its Parsian Literature simply because the author has given the Persian meanings of some Quranic words. It is really an Arabic work in which Arabic has been used as the medium of expression throughout. Only the meanings of some words have also been given in Persian.

ابن التاج نے اس کتاب کے مقدمے میں اپنی ایک اور تصنیف کا بھی ذکر کیا ھے جس کا نام „ جواھر القرآن " بتایا ھے لیکن اب یہ ناپید ھے (۱۰) -

شیخ ابو بکر ابن التاج البکری الملتانی کی نادر کتاب خلاصــہ جواھر القرآن فی بیان معانی القرآن زیادہ تر امام غزالی کی کتاب „جواھر القرآن " کے مواد پر مبنی ھے - کتاب میں قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ھے -

فاضل مصنف نے عربی میں تشریح کرنے کے علاوہ بعض مفردات

قرآن کے معانی فارسی زبان میں بھی بیان کئے ھیں-تاکه اس دور کے فارسی دان اهل عــلم بھی اس کتاب سے اســتفادہ کر سکیں ۔ مصنف نے معانی الفاظ کے علاوہ فضائل آیات پر بھی گفتگو کی ھے مثلاً بسمله کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یه حدیث نقل کی ھے ۔

«من قال بسم الله الرحمن الرحیم مرة لم یــبق من ذنوبه ذرة»۔ اس کتاب کے علاوہ ابن التاج کی درج ذیل تصانیف کا پته چلتا ھے ۔

١) خلاصه الاحکام لبشرالط الاسلام

٢) الحج و مناسکه (فقه میں) بعض کے نزدیک یه کتاب علم کلام میں ھے ۔

٣) نسبة خرقة التصوف (تصوف میں)

٤) ذکر الذکر الاکبر (تصوف میں)

٥) مطالب المومنین . اس کا اختصار جامعه پنجاب میں محفوظ ھے ۔

وہ فقہی مسلک میں حنفی تھے جس سے اندازہ ہوتـا ھے که برصغیر میں قرآنی علوم کو متعارف کرانے کے ساتھ فقه حنفـی کو رواج دینے میں بھی ان کا خاصا حصه ھے ان کا تصوف میں بھی بلند مقام ھے ۔

عمر رضا کحاله نے بھی انھیں مفسر کے ساتھ ساتھ فقیه قرار دیا ھے (١١) ۔

شیخ حاجی عبدالوھاب بخاری (م ٩٣٢ ھ)

تفسیر القرآن ۔

شیخ جلال الدین بخــاری کی اولاد میں سے تھے ان کا پورا

خاندان بزرگوں اور عــلماء کا تھا ـ ان کی ولادت ۸٦۹ ھـ میں فاطمه بنت قطب الدین بن کبیر الدین بن اسماعیل الحسین البخاری کے بطن سے اچ (اچھ) (۱۲) میں ھوئی ـ وھیں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی ـ سید صدر الدین بخاری ان کے استاد اور خسر تھے ـ ایک مدت تک ان کے ساتھ رہ کر ان سے استفادہ کرتے رھے ـ حاجی عبدالوھاب بخاری اپنے دور کے بہت اھم بزرگ تھے ـ ان کا بڑا علمی شہرہ تھا ـ اپنے استاد کی زندگی میں ان کی اجازت سے حج کے لئے گئے ـ واپسی پر ملتان میں قیام کیا اور کچھ عرصه بعد شدائد زمانه کی وجه سے سکندر لودھی کے عہد میں دھلی آگئے (۱۳) ـ یہاں عبداللہ بن یوسف قریشی سے کسب فیض کیا اور دوسری بار حج کے لئے گئے ـ واپس آ کر پھر دھلی میں قیـام کیا اور آخر تک یہیں رھے اور تبلیغ دین و علم میں مشغول رھے ـ سکندر لودھی ان کا معتقد تھا اور بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا (۱۴) ـ

انھوں نے قرآن کی ایک عجیب و غریب تفسیر لکھی ھے ـ اس کی تصنیف انھوں نے اوائل ربیع الثانی ۹۱۵ ھـ میں شروع کی اور تقریباً چھ مـاہ کی مدت میں ۱۷ شوال ۹۱۵ ھـ کو مکمل کر لی (۱۵) اس میں انھوں نے تمام مطالب قـرآن اس انداز سے بیـان کئے ھیں گویا سارا قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی مدح و منقبت میں ھے ـ نزھة الخواطر میں ھے ـ

" تقریباً تمام مطالب قرآن کو مناقب نبوی صلی اللہ علیه وسـلم کا انداز دیدیا ھے ـ اور اس میں دقائق و اسرار محبت بیـان کئے ھیں ... شاید انھوں نے اسے غلبه حال میں لکھا ھے ـ کیونکه انھوں نے جو امور ذکر کئے ھیں ان میں سے اکثر صحیح معـلوم نہیں ھوتے " (۱٦) ـ

اس کتاب کا کوئی نسخــہ غالباً اب کہیں دستیاب نہیں ھے ـ البتہ اس کے بعض اجزاء شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اخبار الاخیار مـیں نقل کئے ھیں ـ اس کے علاوہ ابتدائی دو تین سطریں معارج الولایہ (قلمی) میں بھی موجود ھیں ـ جس میں انھوں نے لکھا ھے ـ

„ ایک رات مـیں عـقل مند مجنونوں کے سردار اپنے مرشد عبداللہ بن یوسف قریشی کی خدمت میں حاضر تھا اللہ نے جو انھیں بنایا تھا ـ وہ مجھے بنا رھے تھے (١٨) ـ جب وہ مشاھدے کی کیفیت بیان کرنے لگے تو فرمایا یہ علم احاطہ تقریر مـیں نہیں آ سکتا ، لیکن جب تحصیل و طلب رشد کا جذبہ صادق ھوتا ھے تو اسکی طرف رھنمائی کی جاتی ھے “ (١٩) ـ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاؤ کی یہ وجہ بیان کی گئی ھے کہ ایک دفعہ سید بخاری اپنے استاد صدر الدین کے پاس بیٹھے ھوئے تھے تو انھوں نے استاد کو کہتے ھوئے سنا کہ

„ دنیا میں تمام نعمتوں سے بڑھ کر دو نعمتیں مـوجـود ھیں ـ لیکن لوگ ان کی قدر کونہیں جانتے ـ اور نہ ان کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ھیں بلکہ ان کے حصـول سے غافل ھیں ـ ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ عـلیہ وسـلم کا وجود مبارک ھے جو کہ مدینہ میں حالت حیات میں موجود ھے ـ دوسری نعمت قرآن مجید ھے، جو کلام پروردگار ھے ـ اور اللہ تعالی اس کے ذریعے براہ راست اپنے بنـدوں سے کلام کر رھا ھے ـ لیکن مخـلوق اس سے بھی غافل ھے “ (٢٠) ـ

استاد سے اتنا سننے کے بعد ان کو زیارت مدینہ منورہ کا شوق ھوا اور اپنے استاد سے اجازت لے کر زیارت حرمین کے لئے چلے گئے ـ

سلطان لودھی کے عہد میں واپس آئے اور دھلی میں قیام پذیر ہو گئے
شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں سورہ مریم ، سورہ طه ، سورہ انبیاء ، اور سورہ حج کی تفسیر سے منتخب حصے نقل کئے ھیں فاضل مفسر کی رائے میں سورہ مریم کی تفسیر میں کھیٰعص کے ذریعے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ھے ۔ اسی طرح انھوں نے دوسری سورتوں کی بھی تفسیر کی ھے ۔ اگر اس تفسیر کا مکمل نسخہ میسر ھوتا تو اس کا صحیح اندازہ ھو سکتا تھا که اپنی طرز کے منفرد مفسر کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب رھے ھیں ؟
به ھر حال اتنا ضرور کہا جا سکتا ھے که جب انھوں نے مکمل قرآن مجید کو نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ھے تو اس نظریے کو ثابت کرنے میں ضرور کوئی انوکھا انداز اختیار کیا ھو گا ۔ ظاھر ھے که ایسی صورت میں صحت مطالب کا کتنا امکان ھے ؟ جس میں ان کا عشق نبوی اور اس باب میں ان کی والہانه عقیدت اور نکته سنجی قابل قدر ھے ۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی ان کا اور ان کی تفسیر کا ذکر ھے ۔ شاہ صاحب نے ان کا عرف "مچھی روئی " لکھا ھے (٢١) ۔ ان کے الفاظ ھیں " عبدالوھاب بخاری مشہور به"مچھی روئی " جس سے شاہ عبدالعزیز کی نظر میں ان کا مقام متعین ھوتا ھے ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی ان کے بارے میں لکھتے ھیں ۔ " میں سمجھتا ھوں که عوام میں ان کے اس کام نے بڑی اھمیت حاصل کی ھو گی که سارا قرآن مجید پیغمبر کی نعت ھے ۔ عام مسلمانوں کے لئے بڑا دلکش فقرہ ھے ۔ میں نہیں جانتا ھوں که ھندوستان کے سوا قرآن مجید کی ایسی تفسیر کہیں اور لکھی گئی ھو " (٢٢)۔

یقینی طـور پر یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے اور ان کے بعد کسی اور نے غالباً ایسی تفسیر نہیں لکھی اور اس کے اتنے ہی حصے ملتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ مکمل تفسیر کے بارے میں کتب حوالہ خاموش ہیں ۔

سعداللہ بنی اسرائیل (م ۱۰۰۰ ھ)

شرح جواہر القرآن للغزالی ۔

لاہور میں آج کل جس جگہ لنڈا بازار شہید گنج اور سلطان کی سرائے واقع ہیں ۔ شہنشاہ اکـبر کے زمـانہ میں یہ علاقہ "خاص کہلاتا تھا یہاں ایک بزرگ سعد اللہ بنی اسرائیل درس دیا کرتے تھے اہل لاھـور کے دلوں میں ان کا بہت احترام تھا ، بدایونی کے مطابق لوگ آپ کو اپنے وقت کا ولی سمجھتے تھے (۲۳) ۔

شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل کے والد مولانا فتح اللہ دانشمند تھے ۔ آپ نے اکثر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔جب وہ فوت ہو گئے تو عـلم کی تکمـیل و تسکین کے لئے آپ دیپالپور تشریف لے گئے.یہاں آپ شیخ بایزید کے درس میں شریک ہوئے وہاں (۲۴) سے سند فضیلت حاصل کر کے واپس لاہور آئے اور درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ اس دوران میں آپ نے شیخ اسحاق کاکو کے ھاتھ پر بیعت کی ۔

آپ بہت سی تصانیف کے مالک ہیں جن میں امام غزالی کی مشہور کتاب جواھـر القـرآن کی شرح خاص طور پر مشہور ہے کیونکہ آپ امام غزالی (م ۵۰۵ ھ) سے بہت متاثر تھے (۲۵) ۔ اکبر

بادشاہ آپ کی شہرت علمی سے متاثر تھا ملا بدایونی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ۔

« مجھے آپ سے پہلی مرتبہ لاہور میں ملنے کا اتفاق ہوا ۔ میں نے آپ سے ملتان کی ویرانی اور لاہور کی آبادی نیز ملتان کے سلاطین ، خاص کر سلطان حسین لنگاہ کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے آپ نے ان سوالوں کا جواب بڑی فصاحت و بلاغت سے دیا ۔ مجھ پر ان کا بڑا اثر ہوا»۔ بدایونی کے الفاظ یہ ہیں ۔ « فقیر مرتبہ اول در لاہور ملازمت او کردم ۔ بتقریبی قضیہ ویرانی ملتان و آبادی لاہور و قضیہ سلاطین لنگاہ خصوصاً سلطان حسین را چنان تقریر کرد کہ در حسن ادا و فصاحت عبارت و تنقیح آن متعجب ماندم » (٢٦)۔

بدایونی کے قول کے مطابق آپ تقریباً اسّی برس کی عمر میں فوت ہوئے مگر صاحب مراۃ العالم کا بیان ہے کہ لفظ « ذکر » سے ان کا سن وفات نکالا گیا ہے جو کہ ٩٢١ ھ بنتا ہے ۔ آپ کی عمر کا حساب لفظ « حکیم » سے لگایا جاتا ہے یعنی آپ کی عمر ٧٨ برس تھی اس حساب سے آپ ٩٩٩ / ١٥٩٠ یا ١٠٠٠ ۔ ١٥٩١ میں فوت ہوئے ۔ شہر کے چھوٹے بڑے ہر فقہ اور ہر خیال کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے (٢٧)۔

شرح جواہر القرآن تک انتہائی تفحص کے باوجود رسائی نہیں ہو سکی ۔ البتہ صاحب الثقافة الاسلامیہ فی الہند نے بھی ان کی اس شرح کا ذکر کیا ہے (٢٨)۔

ابو الفیض فیضی (م ۱۰۰۴ھ)

سواطع الالہام ۔

کحالہ نے ان کا پورا نام فیض اللہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ فیضی کے نام سے معروف ہیں ۔ آپ مفسر قرآن کے علاوہ عربی فارسی کے ادیب بھی تھے ۔ عربی میں ان کی تفسیر کے علاوہ " موارد الکلم " نامی کتاب بھی ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی (۲۹) ۔

یوں تو فیضی کی شہرت فارسی شاعری کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن ان کی عربی کی صلاحیت بھی غیر معمولی تھی اور اس کا ایک زندہ و جاوید ثبوت ان کی تفسیر " سواطع الالہام " ہے ۔ فیضی نے یہ تفسیر غیر منقوط الفاظ میں لکھی ہے ۔ جسے ادب کی اصطلاح میں " صنعت مہملہ " کہتے ہیں ۔ عربی زبان میں اس قسم کی تصنیف ایک غیر معمولی صلاحیت اور کارنامہ سے کم نہیں ہے ۔ اور پھر پورے قرآن کی تفسیر جو کہ مختصر نہیں بلکہ بڑی تقطیع کے سات سو مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہے ۔ فیضی نے اس اہم کام کو بہت تھوڑی مدت میں مکمل کر لیا تھا ۔ مولانا غلام علی آزاد اس تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں " برہان فضیلت شیخ فیضی را سواطع الالہام تفسیر بےنقاط است کہ درین ہزار سال پیشتر ہیچ مستعدی را میسر نہ شد ۔ طرفہ این کہ این چنین کار دشوار در عرصہ دو سال از مبدء بہ منتہی رسانید " (۳۰) ۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں ۔

سواطع الالہام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۳ ھ میں تمام ہوئی ,, کل مدت تصنیف دو اڑھائی برس ہے ۔ اس تفسیر پر فیضی کو بڑا ناز تھا ۔ اس تفسیر کی تکمیل کے بعد اس نے اپنے دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں ۔ ان میں اکثر فخر سے اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ اکبر تو فیضی اور ابو الفضل سے خوش تھا ۔ لیکن دربار کے دوسرے مذہبی لوگ ، جو خود اکبر کی بے اعتدالیوں سے پریشان تھے ۔ ان دونوں بھائیوں سے بھی برگشتہ ہو گئے تھے اور ان لوگوں کے ہر کام کو معیوب نظروں سے دیکھتے تھے ۔ فیضی شروع میں چونکہ مذہبی امور میں بہت آزاد خیال تھا ۔ اس لئے لوگوں کی نظر میں بے دین اور لامذہب سمجھا جانے لگا تھا ۔ جس کا اظہار بھی اس دور کے لوگوں نے جا بجا کیا ہے ۔ خاص طور سے ملا عبدالقادر بدایونی اس بارے میں پیش پیش رہے ہیں ۔ اس لئے جب فیضی نے اپنی تفسیر مکمل کی تو لوگوں نے اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلائیں ۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں ,, تفسیر بے نقط برائے شستن بد نامی که تا روز جزاء بصد آب شسته نگردد ۔ در عین حالت مستی و خباثت می نوشت و سگان آن را از ہر طرف پامال ساختند (۳۱) ۔

اس کے علاوہ بھی طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے ۔ لیکن تفسیر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے که یه سب باتیں بے بنیاد اور محض دربار دشمنی اور معاصرانه چپقلش پر مبنی ہیں ۔ فیضی اگر چاہتا تو تفسیر میں اپنی آزاد خیالی قائم رکھتا ۔ اور کلام اللہ کے معانی و مطالب کو الٹ پھیر کر بیان کر دیتا ۔ لیکن اس نے ایک جگه بھی ایسا نہیں کیا ۔ محمد حسین آزاد نے لکھا ہے ۔

,, زبانی باتوں میں ملا صاحب جو چاہیں کہیں مگر نفس مطالب

میں جب نہ اب کوئی دم نہیں مار سکتا ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بےدینی اور بدنفسی پر آ جاتے تو جو چاہتے لکھ جاتے ۔ انہیں ڈر کس کا تھا(۳۲)

فیضی کی علمی دیانت کا ذکر علامہ شبلی نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

" فیضی نے یہ تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی لیکن ایک ذرہ برابر بھی مسلمان کی راہ سے نہیں ہٹا ۔ حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھا لیکن وہ ان تمام عقائد کا معترف تھا ۔ جن کو معتقدات عوام کہتے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی ، ہم جو کچھ سنتے ہیں زبانی سنتے ہیں ۔ تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجد نظر آتا ہے " (۳۳)۔

ملا بدایونی کا بھی عجب معاملہ ہے ۔ کہاں تو فیضی اور اس کی تفسیر کی اتنی مخالفت اور اتنی برائیاں بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اس کی تاریخیں کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور تقریظیں لکھتے ہیں ۔

" فقیر من احسن التفاسیر ۔ بسم اللہ الرحمن ۔ علم القرآن تاریخ یافت و توقیعی نوشت انشاللہ بتقریبی در محل خود مذکور گردد " (۳۴)

علامہ شبلی ایک جگہ ملا بدایونی کے تمام خیالات کو بےبنیاد ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

"ملا صاحب اور ان کے تمام پیروؤں نے متفقا فیضی کو ملحد ، بے دین ، زندیق اور کافر لکھا ہے ۔ ملا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فیضی ان کے وقت کتوں کی طرح بھونکتا تھا ۔ اور اس کے ہونٹ سیاہ ہو گئے تھے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ فیضی کے رتبے کو

سمجھ نہیں سکتے تھے ۔ وہ جو حکیمانہ خیالات ظاہر کرتا تھا ان لوگوں کو الحاد و زندقہ نظر آتا تھا (۳۵)۔

فیضی کے تعلقات شیخ عبدالحق محدث دھلوی سے بھی بہت خوش گوار تھے ۔ دونوں بےتکلف تھے ۔ لیکن جب شیخ مکہ معظمہ سے واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ فیضی کے خیالات میں تبدیلی آ چکی ھے ۔ اور انھوں نے فیضی سے قطع تعلق کر لیا ۔ فیضی کو شروع میں اس کا اندازہ نہ ہو سکا ۔ اس لئے جب شیخ صاحب حج سے واپس ہوئے تو فیضی نے ان کو خط لکھا ۔ اور ملاقات کے شوق کا اظہار ان الفاظ میں کیا ۔

„ اگر بال و پر می داشتم ھر روز زیر بام آن حجرہ می نشستم و دانہ چنیں نکات محبت می شدم „ (۳۶)۔

ایسا معلوم ہوتا ھے کہ شیخ دھلوی فیضی سے بہت خفا تھے ۔ اس لئے انھوں نے فیضی کو اس قسم کا کوئی موقعہ نہیں دیا کہ فیضی ان سے اپنا رابطہ دوبارہ استوار کر سکتا ۔ یا ان کی خدمت میں حاضر ھو کر اپنی پوزیشن کی وضاحت کر پاتا تاکہ دونوں کے تعلقات خوش گوار ھو سکتے ۔

صاحب نزھۃ الخواطر نے شیخ عبدالحق کی رائے اس طرح پیش کی ھے کہ „ وہ اپنے زمانے میں فصاحت و بلاغت اور متانت و صیانت میں منفرد تھا ۔ لیکن کفر و ضلالت کے غبار میں گر جانے کی وجہ سے اس کی پیشانی پر رذالت اور انکار و ادبار کے نقوش نمودار ھو گئے تھے ۔ اس بناء پر اھل دین و ملت اور محبین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اور اس کے متعلقین کا نام سننے میں عار سمجھتے تھے ۔ اگر یہ لوگ مسلمان ھیں تو اللہ انھیں معاف فرمائے ۔

لیــکن ان باتوں کا اثر اس کی تفسیر میں کہیں نظر نہیں آتا (۳۷)"۔

فیضی نے اپنی تفسیر کی ابتداء یوں کی ہے ۔"اللہ لا الہ الا ھو لا اعلمہ ما ھو۔ وما ادرکہ کما ھو۔ احامد المحامد و محامد الا حامد اللہ معہ لوامع العــلم و ملہم ســواطع الالہــام (۳۸)"پھر آگے چل کر دعا مانگی ہے کہ خدایا اس کام کو آسان فرما دے ۔ اس کے بعد اپنی تعلیم و تربیت کا ذکــر کیا ہے ۔ آگے چل کر اپنے مولد آگرہ کا تذکرہ کیا اور اس شہر کی بہت تعریف لکھی ہے ۔ علمـاء کی مجلسوں ، مدرسوں ، مسجدوں اور دوسرے عبادت خانوں کا ذکر خاص طور سے کیا ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ کی تعــریف بھی تحریر کی ہے ۔ بادشاہ اکبر کا نام اور مناقب اسی صنعت بے نقط میں عجیب معمائی انداز میں تحریر کئے ہیں ۔

فیضی نے اس تفسیر کو لکھنے سے پہلے مشق کے طــور پر "موارد الکلم" بھی بے نقط لکھی تھی ۔ یہ کتاب اخلاق کے موضوع پر ہے خــود اپنی اس تصنیف کی طرف بھی ابتدائیہ میں اشارہ کیا ہے ۔ اس کے بعد اپنی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ کیونکر یہ خیال ان کے ذھــن میں پیدا ہوا اور اس کا ان کے والد پر کیا اثر ہوا ، لکھتے ہیں کہ "ان کے والد اس سے بے حد خوش ہوئے اور ان کو دعائیں دیں" ۔ بہت ھی تھوڑے عرصے میں یہ تفسیر لاہور میں مکمل ہو گئی ۔ اس تفسیر میں فیضی نے جو انداز اختیار کیا اس کے متعلق مقدمہ میں خود تصریح کی ہے ۔

"خدا معلوم لوگوں نے کس طرح سے فیضی کو بے دین اور ملحد ثابت کر دیا ہے اپنی تصــانیف میں کسی جگہ بھی وہ ایسا نہیں لکھتا ہے ۔ اگر اس کو ملحد و بے دین ھی رہنا ہوتا تو وہ قرآن کریم

کی تفسیر کیوں لکھتا ! اور اگر تفسیر ھی لکھ رھا تھا تو پھر اپنی من مانی باتیں کہتا اور آیات اللہ کی تاولین اپنے عقیدے کے مطابق کرتا اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور منقبت سے بھی گریز کرتا لیکن اس نے کہیں بھی ایسا نہیں کیا ۔ بلکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں لکھا ھے ۔

« اللہ واحد اصل مقصود ھے ۔ اس نے اصلاح عالم کے لئے رسول بھیجے ۔ ان میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اکمل ارسل ھیں ۔ آپ سب سے بڑھ کر علم و کمال والے اور نہایت معزز ۔ لواء الحمد قیامت کے دن انہیں کے ھاتھ میں ھو گا اور وہ صاحب مقام محمود ھیں » ۔

اس کے بعد آگے چل کر قرآن حکیم کی وسعت کے بارے میں لکھا ھے کہ کلام اللہ ایک بحر ناپیدا کنار ھے اسکے بعد نزول قرآن ، جمع و تدوین قرآن ، تعداد سور، تعداد آیات ، اسمائے قرآن ، تلفظ حروف، محکم و غیر محکم آیات اور حروف مقطعات وغیرہ کا بڑی تفصیل سے نہایت عالمانہ انداز میں ذکر کیا ھے ۔

مقدمہ جو فصلوں میں منقسم ھے خاصا بسیط ھے ۔ دوسرے حصہ میں علوم قرآنی کا مفصل ذکر ھے ۔ ان دونوں کو بھی الگ الگ ابواب میں تقسیم کیا گیا ھے ۔ اور ھر باب کا نام « ساطعہ » رکھا ھے ۔ بعض ساطعہ بہت مختصر چند سطر کے ھیں جبکہ بعض دوسرے خاصے طویل، تیس تیس سطروں کے ھیں ۔ مقدمے کے آخر میں ایک نظم بھی لکھی ھے اس میں بھی صنعت مہملہ کا التزام قائم رکھا ھے ۔

تمام سورتوں کا شان نزول بھی بیان کر دیا ھے ۔ اس سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ پورے واقعات پر اس کی گہری نظر تھی جس کی طرف

مختصراً اشارہ کر دیتا ھے ۔ اسی طرح کسی سورت کے مکی اور مدنی ہونے کا بھی ذکر کیا ھے ۔ جب کسی سورت کو مدنی کہنا ہوتا ھے تو لکھتے ھیں ۔ " موردھا مصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " اور مکی کہنا ہوتا ھے تو " موردھا ام الرحم " اسی طرح تمام سورتوں کا شروع میں تعارف کرا دیا ھے اور متعلقہ واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ھے ۔ مگر بے نقط الفاظ کا التزام کرنے کی وجہ سے اظہار مطالب میں بڑی محنت کرنی پڑتی ھے ۔ اسکے سبب قاری کے لئے اس کا سمجھنا کافی مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ھے ۔

اسی انداز سے انہوں نے سارے کلام اللہ کی تفسیر کی ھے ۔ عبارتوں میں اختصار کو ملحوظ رکھا ھے ۔ انہوں نے معانی و مطالب کو سہل انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ھے ۔ لیکن چونکہ تفسیر سے زیادہ صنعت گری پیش نظر رہی ھے ۔ اس لئے اس کو سمجھنا خاصا مشکل ھے ۔ فیضی کلام اللہ کے اس معجزے کو بھی دکھانا چاھتا تھا کہ اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے جا سکتے ھیں۔ حتی کہ اس کی تفسیر غیر منقوط الفاظ میں بھی لکھی جا سکتی ھے ۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں اپنی قدرت کا بھی ثبوت دینا چاھتا تھا ۔ اس لئے اس نے قصداً تفسیر غیر منقوط لکھی ۔ ظاھر ھے کہ جب الفاظ کا سرمایہ محدود ہو تو الجھاؤ پیدا ہونا قدرتی بات ھے ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کلام مہمل اور بے معنی ھے اور اس میں مفہوم لفظوں کی بازی گری میں بالکل گم ہو کر رہ گیا ھے ۔ ایسا نہیں ھے ۔ جس مقام سے بھی اس تفسیر کو پڑھا جائے مطلب سمجھ میں آ جاتا ھے ۔ فیضی نے جس وقت یہ تفسیر مکمل کی تھی اس

وقت بھی زبان یا مطالب پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ قابل اعتراض بات یہ سمجھی گئی تھی کہ آخر تفسیر بےنقط ھی کیوں لکھی جائے۔

فیضی کی تفسیر سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ھے۔ اس میں کہیں بھی کوئی قابل اعتراض بات دکھائی نہیں دیتی۔ اکبری دربار میں جبکہ دربار کا رنگ غیر مذہبی تھا۔ فیضی کا اس تفسیر کو لکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ممکن ھے کہ یہ اس کا مذہبی جذبہ رہا ہو۔ جس کے لئے اس نے یہ کام کر ڈالا۔ اگر اس تفسیر سے اسے دنیوی فائدہ یا درباری رتبہ یا بادشاہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا تو اس نے حالات کے پیش نظر اس قسم کی باتیں لکھی ہوتیں۔

فیضی نے تفسیر لکھنے کے بعد اس کے نسخے مختلف ملکوں کے علمائے کرام کے پاس بھیجے تھے۔ اور روایتوں سے پتہ چلتا ھے کہ سب نے اسے پسند کیا تھا۔ کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا اس زمانے کے متعدد بڑے علماء نے تقریظیں لکھی تھیں۔ جو اس تفسیر کے آخر میں اسی دور سے شامل ھیں۔ ان علماء میں محمد حسین المشہور بہ الشامی، مولانا محمد یعقوب صرفی کشمیری، قاضی نور اللہ شوستری اور امان اللہ بن غازی سرہندی وغیرہ کے نام شامل ھیں۔

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ھے کہ حضرت مجدد الف ثانی (۳۹) رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تفسیر کی تیاری میں فیضی کی مدد کی تھی۔ اور اس کا ایک مشکل حصہ جو فیض نہیں لکھ پا رہا تھا لکھ کر دیا تھا۔ اگرچہ ابھی تک اس حصہ کا تعین نہیں ہو

سکا ۔ جو حضرت مجدد نے لکھ کر فیضی کو دیا تھا تاہم اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مجدد صاحب کی نظر میں بھی فیضی کی یہ کوشش قابل اعتراض نہ تھی ۔ ان کے علاوہ (۴۰) ملا جمال تلوی (متوفی مابعد ۱۰۰۴ ھ) نے فیضی کی سواطع الالہام کی اکثر مقامات پر اصلاح کی تھی ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب نظام تعلیم و تربیت میں بہت تفصیل سے فیضی اور اس کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے ۔ مختلف جگہوں سے ان کی رائے کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں ۔ " میرا خیال ہے کہ ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر شاید دوسرے اسلامی ممالک کے علمی حلقوں میں نہیں ملتی ۔ مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غیر منقوطیت کے اس التزم کے باوجود فیضی نے یہ کمال کیا ہے کہ عام تفسیروں میں قرآنی آیات کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے ۔ اس شخص نے ان تمام امور کو سمجھنے کی ، جہاں تک میرا خیال ہے ، ایک کامیاب اور ایسی کوشش کی ہے جس کی نظیر اس سے پہلے مشکل ہی سے مل سکتی ہے " ۔ ۔ ۔ ۔ " کسی زبان کا سرمایہ اتنا وسیع ہو کہ وہ سارے معانی و مطالب جو عربی تفسیروں کی ضخیم جلدوں میں بیان کئے گئے ہیں ۔ غیر منقوط الفاظ میں ادا کر دیئے جائیں ۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے ؟ " ۔ ۔ ۔ ۔ " گو اس تفسیر میں مطالب کے لحاظ سے کوئی جدت نہیں ۔ تاہم وہ بہرحال ایک غیر معمولی ذہن و دماغ کا آدمی تھا ۔ بیچ بیچ میں بعض نکتے اس کے قلم سے بےساختہ نکل گئے ہیں ۔ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اچھی خاصی چیز ایسی جمع ہو سکتی ہے جسے اس کی تفسیر کی معنوی خصوصیت بھی قرار دیا جا سکتا ہے " (۴۱) ۔

فیضی کی یه تفسیر هر اعتبار سے مکمل اور خاص اهمیت کی حاصل هے ـ اسے کسی بھی دوسری تفسیر کے مقابلے میں آسانی سے رکھا جا سکتا هے ـ تفسیری خوبیوں کے ساتھ ساتھ یه ایک قابل قدر علمی ادبی کارنامه بھی هے ـ جس سے عربی زبان کی وسعت اور فیضی کی اس پر قدرت کا اظهار هوتا هے ـ فن تفسیر کے نقطه نظر سے بھی اس میں کسی قسم کی خامی نظر نهیں آتی ـ جو لوگ اسے عجیب و غریب تصنیف اور انتهائی مشکل کتاب سمجھتے هیں ان کا خیال بڑی حد تک صحیح معلوم نهیں هوتا ـ البته کتاب کا مقدمه خاصه مشکل هے ـ

خاص طور سے وه عبارتیں جهاں وه لوگوں کے نام اور دوسری باتوں کا ذکر کرتا هے ـ لیکن اصل تفسیری عبارتیں کچھ زیاده مشکل نهیں هیں ـ تھوڑی توجه اور محنت سے مطالب سمجھ میں آ جاتے هیں ـ اس تفسیر سے عربی زبان و لغات کی حیرت انگیز حد تک وسعت کا ثبوت ملتا هے ـ جس میں خدا کا آخری پیغام نازل هوا ـ اور اس کے ساتھ فیضی کی قدرت اور کمال انشا پردازی کا بھی ـ پنجاب کے مفسرین کے کارناموں میں یه کتاب ایک اهم کارنامه هے جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا هے اور اس کتاب کو تفسیری ادب میں ایک منفرد مقام حاصل هے اسکے ساتھ هی اس تفسیر کو اپنی نوعیت کی واحد تفسیر قرار دیا جا سکتا هے ـ اور عربی زبان و آدب کے طالب علم اس سے بےنیاز نهیں هو سکتے ـ

تفسیر کے علاوه انهوں نے موارد الکلم لکھی یه بھی بے نقط کتاب هے اور اس کا موضوع علم اخلاق هے ـ ان کا فارسی میں ۱۵ هزار الفاظ پر مشتمل دیوان بھی هے ـ

مزید برآں کتاب « لیلاوتی » کا فیضی نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا تھا (۴۲)۔ کحالہ نے انھیں ان الفاظ میں یاد کیا ھے « عالم ، مفسر عارف بالادیین العربی و الفارسی مشارک فی بعض العلوم » (۴۳)۔

یہ تفسیر ۱۳۰٦ ۔ ۱۸۹۸ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہوئی تھی اور متن قرآں اور تفسیر کے علاوہ تقریظات شامل کر کے ۷۸۰ صفحات پر مشتمل ھے اسکی دوسری طباعت کا علم نہیں ھو سکا ۔

نور الله شوستری (م ~~۲۰۱۹~~ ۱۰۱۹ ھ)

حاشیہ تفسیر البیضاوی ۔

سید نور الله بن عبدالله بن نور الله شوستری حسینی مرعشی شوستری مشہور بہ شہید ثالث ۹۵٦ / ۱۵۴۹ (۴۴) میں شوستر میں پیدا ہوئے مشہد میں تعلیم حاصل کر کے ھندوستان آئے ۔ اکبر نے انھیں قاضی معین الدین کے بعد لاھور کا قاضی مقرر کیا (۴۵)۔ اور وہ اس شرط پر قاضی بننے کے لئے راضی ہوئے کہ اھل سنت کے چار مذاھب فقہ میں سے جس مذھب کے مطابق چاھیں فیصلہ کریں گے ۔

وہ شیعہ مذھب تھے ۔ لیکن اپنا مذھب چھپاتے تھے ۔ خلاف شرط انھوں نے اھل سنت کی مخالفت میں کتابیں لکھیں جنھیں وہ چھپاتے رھے ۔ جہانگیر کے عہد میں ، مجالس المومنین نامی کتاب

لکھنے پر سزا ملی اور اسی کوڑوں کی سزا کے دوران ۱۰۱۹/۱۹۱۰ میں فوت ہوئے ۔

خیر الدین زرکلی نے لکھا ھے شوستری کی ۹۷ (۳۶) تصانیف ھیں ان تصانیف میں سے چند درج ذیل ھیں ۔

۱) مصائب النواصب	روافض کے رد میں
۲) صوارم مہرقه	ابن حجر تمیمی کی صواعق معرقه کے رد میں
۳) احقاق الحق	ایطال الباطل کے جواب میں
۴) حاشیه تفسیر البیضاوی (۳۷)	علم تفسیر میں
۵) حاشیه الهیات شرح تجرید	علم کلام میں
۶) حاشیه برحاشیه قدیمه	علم کلام میں
۷) حاشیه علی تهذیب الکلام	علم کلام میں
۸) حاشیه علی المیبذی	فلسفه میں
۹) حاشیه علی شرح الستمسیة	منطق میں
۱۰) حاشیه علی شرح تهذیب دوانی	منطق میں
۱۱) حاشیه علی شرح الجامی	نحو میں
۱۲) حاشیه علی المطول	بلاغت میں
۱۳) رسالة فی مسح الرجلین	فقه میں
۱۴) سراج القلوب	تصوف میں
۱۵) مجالس المومنین	رد اهل سنت میں

ان سب کتابوں کا نام لکھنے کے بعد مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ھیں راقم نے حاشیه البیضاوی کا مطالعه کیا ھے ۔ اس میں

عموماً بےجا تطویل سے کام لیا گیا ھے (۴۸)۔

شیخ فیضی کی غیر منقوط تفسیر " سواطع الالہام " پر ایک شوستری توقیع لکھی تھی جس میں لکھا ھے که اس کتاب کی توصیف و تعریف احاطه بیان سے باھر ھے (۴۹)۔

مولانا جلال بن نصیر چنابی (م اوائل گیارھویں صدی)

حاشیه تفسیر البیضاوی۔

مولانا جلال چنابی اور مولانا جمال چنابی ضلع گوجرانواله کے مردم خیز خطه کیلیانواله (۵۰) کے باشندے تھے۔ یه دونوں بھائی صاحب تصانیف تھے مولانا جمال چنابی جو که بڑے بھائی تھے انھوں نے حاشیه شرح ملا جامی نحو میں لکھا تھا اور مدح رسول صلی اللہ علیه وسلم میں قصیده برده کی عربی میں شرح لکھی تھی۔

ان کے چھوٹے بھائی مولانا جلال چنابی سے بھی دو کتابیں یادگار ھیں۔

۱) مولانا عبداللہ تلنبی کی بلند پایه کتاب " بدیع المیزان " پر حاشیه۔ واضح رھے که یه کتاب علم منطق میں ھے اور برصغیر کے عقلی علوم میں نمایاں اضافه ھے۔

۲) حاشیه جلال بن نصیر علی تفسیر البیضاوی (۵۱)۔ اس حاشیے کا قلمی نسخه انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ھے (۵۲)۔

یه حاشیه تفسیر البیضاوی کے تیسویں پارے پر مشتمل ھے۔ فاضل مصنف نے اس حاشیے میں اپنے متقدمین سے بھرپور استفاده کیا ھے۔

ملا سعید چلپی اور ملا جلال الدین حنفی کے اقوال کا تتبع کیا ھے انھوں نے تفسیر البیضاوی کے مشکل اور دقیق مقامات کی تشریح کی ھے اور علامه بیضاوی پر وارد ھونے والے بعض اعتراضات کا جواب بھی دیا ھے چنانچه وه اپنے حاشیه میں لکھتے ھیں ۔

فیقول العبد المفتقر الی الله المتعال القدیر القوی ۔ تراب اقدام الطلبة جلال بن نصیر الچنابی ۔ ان هذه حواشی و تعلیقات علی الجزء الاخیر من التفسیر البیضاوی ۔ جمعتها لتسکون تذکره لا ولی الالباب و تحفة للفضلاء الطلاب » ۔

اس آخری جمله سے اندازه ھوتا ھے که ملا جلال چنابی کے دور میں تفسیر بیضاوی کا آخری پاره شامل نصاب رها ھو گا اور ملا چنابی اس کا درس دیا کرتے تھے ۔ یهی وجه ھے که زیر نظر حاشیه طلبه کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر لکھا ھو گا تاکه وه اس سے استفاده کر سکیں ۔

ملا جلال چونکه ملا جمال سے چھوٹے تھے اس لئے انھوں نے اپنی تحریروں اور خاص طور سے شرح قصیده برده میں اپنے بڑے بھائی کی تحریروں سے بھرپور استفاده کیا ھے چنانچه وه خود لکھتے ھیں ۔ جس میں اپنے بڑے بھائی سے استفاده کا اعتراف کرتے ھیں ۔

ثم انی قد استفدت عن استاذی المحقق ۔ مولوی المدقق اخی العالم الفاضل المختار عبدالکریم المتعال مخدومنا و مولانا جمال سلمه الله و ابقاه ۵۳) ۔

فاضل مفسر کی تاریخ وفات معلوم نهیں ھو سکی ۔ مولانا عبدالقدوس قاسمی کا اندازه ھے که ملا جلال چنابی کی وفات ۱۰۲۵ ھ کے بعد ھوئی ھے (۵۴) ۔ کیونکه اس سال انھوں نے قصیده

بردہ کی شرح مکمل کی تھی۔

مذکورہ بالا حقیقت کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند کے مرتب نے مولانا جلال چنابی کا ذکر عبدالنبی شطاری متوفی ۱۰۱۰ ـ ۱۶۱۰ اور حاجی دبیر متوفی بعد ۱۰۲۰ ـ ۱۶۱۲ کے درمیان کیا ہے (۵۵)۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتب کے نزدیک اس مفسر کا تعلق گیارھویں صدی کے پہلے ربع سے ہے۔

مولانا عبدالسلام لاہوری متوفی (۱۰۳۷ ھ)

حاشیہ تفسیر البیضاوی۔

مولانا عبدالسلام کو علم و فن سے بہت لگاؤ تھا۔ حتی کہ اتنا زیادہ پڑھنے والا کوئی اور مشکل سے رہا ہو گا۔کتب درسی شیخ اسحاق کاکو لاہوری سے پڑھیں۔شیخ سعداللہ اور قاضی صدر الدین سے بھی کسب فیض کیا۔ حکمت فتح اللہ شیرازی سے سیکھی۔ معقولات و منقولات میں کامل و اکمل تھے۔ فقہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے بلند پایہ مفسر تھے پچاس برس تک مسند درس پر متمکن رہے۔ لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور پچاس سال تک اسے جاری رکھا۔شیخ محب اللہ الہ آبادی۔ عبدالسلام دیوی، محمد میر بن قاضی سائیں وغیرہ ان کے مشہور شاگردوں میں شامل تھے۔

ماثر الکرام (۵۶) میں غلام علی بلگرامی لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جب علم کے کسی بھی دروازے میں قدم رکھتا

ہوں تو اس دروازے سے اور بھی بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں اس علم سے دوسرے بہت سے علوم تک پہنچ جاتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو ان کو لکھ کر ایک مستقل چیز بنا سکتا ہوں لیکن مجھے پڑھانے سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ یہ کام بھی انجام دے سکوں۔ جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا اور میرے اعضاء شل ہو جائیں گے تو مجھے افسوس ہو گا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ آخر عمر میں ان کو اپنی اس کوتاہی پر بہت افسوس ہوا۔

ایک مدت تک مفتی کے عہدے پر فائز رہے اور تمام فرائض پوری دیانت داری سے انجام دیتے رہے۔ انہوں نے تفسیر البیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ جب تفسیر پر حاشیہ لکھ رہے تھے اس وقت فرمایا کرتے تھے۔میں بہت کچھ جانتا ہوں لیکن کثرت درس کی وجہ سے لکھ نہیں پاتا۔ ان کی تفسیری کاوشیں بہت مشہور ہوئیں۔ جب ان کی عمر نوے برس تھی تو ۱۰۳۷ ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس حاشیے کا اصل نام "تفسیر زہراوین" ہے جیسا کہ کتاب کے خاتمے پر لکھا ہوا ہے۔

"تم تفسیر الزہراوین بتوفیق اللہ تعالی والحمد للہ علی ذلک"

یہ حاشیہ (۵۸) ۲۷۲ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔ اس حاشیے پر شروع کلام پاک سے سورہ آل عمران تک کی شرح ہے۔ اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ الحمد للہ الذی انزل الکتاب نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین تذیراً۔

قاضی البیضاوی کی انوار التزیل و اسرار التاویل ہندوستان میں بیشتر جگہوں پر نصاب میں داخل رہی ہے۔ اس لئے بہت سے

علماء نے اس کو زیادہ آسان اور عام فہم بنانے کیلئے اس کی شرحیں لکھیں ۔ انہی شرحوں میں سے ایک ملا عبدالسلام لاہوری کی یہ کتاب ہے ۔ کسی بھی شرح کی جب مزید شرح کی جاتی ہے تو چھان بین اور مسائل کی تحقیق و تدوین میں بات سمجھنے کی بجائے اور الجھ جاتی ہے ۔ ایسا ہی کچھ اس حاشیے میں بھی ہوا ہے ۔ بہت سی جگہوں پر بحثیں کافی لمبی ہو گئی ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ مطلب کیا ہے ؟ فاضل حاشیہ نگار قولہ کہکر شروع تو کرتے ہیں مگر متن و حاشیہ اس طرح ملا دیتے ہیں کہ دونوں کو الگ کرنا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ ذوی القربی و الیتمی کی تشریح یوں کرتے ہیں یتیموں کا ذکر کیا گیا ہے ۔(۵۹) ۔ رازی کا بیان ہے کہ جو زیادہ مستحق تھا اس کو ترجیح دی ہے ۔ اس وجہ سے اگر تنگ دستی قرابت کے ساتھ ہو تو ایسا شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ہے ۔ کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور صدقہ دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے ۔ قرابت مال کے دیئے جانے کی زیادہ باعث ہوتی ہے ۔ اس وجہ سے عزیز یا قریب وراثت کا مستحق ہوتا ہے ۔ وصیت میں بھی اس کا اثر پڑتا ہے ۔ اور صاحب مال ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد یتیموں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اس لئے کہ وہ بالکل بےسہارا ہوتے ہیں ۔ پھر مساکین کا ذکر کیا ہے ۔ اس لئے کہ ان کی ضرورت شدید ہوتی ہے ۔ پھر مسافر کا ذکر کیا ہے ۔ کیونکہ اسے اہل و عیال کی ذمہ داری کی وجہ سے مال کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ پھر سائلین اور غلاموں کی آزادی کا ذکر کیا ہے ۔ اس لئے کہ پہلے پہلے بیان کردہ لوگوں کے مقابلے میں

ان دونوں کی ضرورتیں کم ہوتی ہیں ۔

احادیث بھی نقل کی ہیں ۔ اختلافی مسائل میں آئمہ کی آراء بھی لکھی ہیں ۔ اور ان کے اختلافات کو بیان کیا ہے ۔ مختلف مسائل میں علماء کا مذہب کیا رہا ہے ۔ یہ بھی بیان کیا ہے ۔ مثلاً وراثت کی آیتوں میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے ۔ بعض لوگ ان میں سے کچھ آیتوں کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور کچھ کو نہیں ۔

کتاب کا خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے ۔

کعدل صیام رمضان هو بالفتح المثل من غیر المبحثین بالکسر من المبحثین ۔

انھوں نے تفسیر لکھنے کے علاوہ پچاس برس تک درس دیا اور فتاوی بھی لکھے ۔ ملا نظام نے طبقات اکبری میں لکھا ہے ۔

" ملا عبدالسلام لاهوری از فحول علمائے لاهور بود " (۶۰) ۔

مفتی عبدالسلام دیوی (م بعد ۱۰۳۶ ھ)

حاشیه تفسیر البیضاوی ۔

دیوه ضلع باره بنکی میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے ۔ اپنے شہر کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور پھر لاہور گئے اور ملا عبدالسلام لاہوری کے ساتھ ٹھہرے ۔ اور انہی سے فقه ، اصول فقه اور علم کلام سیکھا ۔ حتی که اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے ۔ ایک زمانے تک اپنے استاد کی طرح علمی کاموں میں مصروف رہے ۔ بے انتہاء ذہین تھے ۔ کچھ عرصے کے بعد شاہ جہان کے لشکر

میں افتاء کے عہدے پر مامور ہوئے ۔ آخر میں اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور لاہور (٦١) میں مستقل سکونت اختیار کی ۔

رسالہ قطبیہ میں عبداللہ بن عبدالحلی لکھتے ہیں کہ یہ عام علماء کے خلاف فتوے دیا کرتے تھے ۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں :۔

١) حاشیہ علی شرح العقائد

٢) شرح منار الاصول

٣) حاشیہ علی الہدایہ

۴) شرح تہذیب المنطق اور

۵) حاشیہ البیضاوی وغیرہ مشہور تصانیف ہیں ۔

فاضل مصنف کی اکثر کتب تک رسائی نہیں ہو سکی ۔ ان کے حاشیہ البیضاوی کے بارے میں بھی کتب حوالہ خاموش ہیں ۔ البتہ ان کی اصول فقہ میں ,,حسامی،، کی ایک شرح کا قلمی نسخہ جامعہ پنجاب میں محفوظ ہے ۔ جس کے بارے میں تفصیلی بحث پانچویں باب میں شامل ہے ۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ١٠٦٧ ھ)

حاشیہ البیضاوی ۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی جہانگیر اور شاہ جہان کے دور کے ایک بلند پایہ فاضل اور صاحب تصانیف عالم تھے وہ اپنی تصنیفات کی وجہ سے سارے عالم میں مشہور ہیں ۔ مغل دور میں سیالکوٹ کو

ایک علمی مرکز کا درجه حاصل تھا اور بہت سے طالب علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اس شہر کا رخ کیا کرتے تھے (۶۲)۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا نام شمس الدین تھا وہ ملا کمال کشمیری کے تلامذہ میں سے تھے اور حدائق الحنفه کے بیان کے مطابق انھوں نے بہت سے بزرگوں سے اکتساب فیض کیا تھا۔ بیان (۶۳) کیا جاتا ہے که شیخ عبدالحق دهلوی سے انھیں اجازت روایت حدیث حاصل تھی۔

شیخ عبداللہ جان لاھوری نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے صاحبزادے عبداللہ اللبیب کے ذریعے سے سیالکوٹی کی کتابوں کی روایت کی ہے۔ انھوں نے اپنی ساری عمر درس و تدریس میں صرف کی۔

اکبر نے لاھور میں جو مدرسه قائم کیا تھا۔ ملا سیالکوٹی اس میں استاد تھے اور اس طرح وہ ایک لمبے عرصے تک لاھور میں قیام پذیر رھے۔ غالباً یہی وجه ہے که انھیں " فاضل لاھوری " کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

انھیں صحیح معنی میں شہرت شاہ جہان کے عہد میں میسر آئی۔ جب وہ دربار شاہی میں آتے جاتے تھے۔ انھیں شاہ جہان کے ھاں خاص مقام حاصل تھا اور انھیں دو بار سونے میں تلوایا گیا اور وہ سونا انھیں بطور عطیه دیدیا گیا۔ انھوں نے خوشحال زندگی گذاری۔

شاہ جہان کے دور میں بھی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی لاھور میں تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رھے تھے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا سارے ھندوستان میں فتوی تسلیم کیا جاتا تھا (۶۴)۔

ان کی وفات ١٠٦٧ ھ میں ھوئی (٦٥)۔

تخلیقی کاموں ، حواشی اور شروح لکھنے میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو بلند مقام حاصل ھے ۔ وہ اسلامی علوم جیسے تفسیر ، علم کلام ، اصول فقه ، فلسفه ، منطق ، علم صرف اور بلاغت کے بہت بڑے فاضل تھے ۔ انھوں نے مذکورہ مضامین میں سے ھر ایک میں اپنی یادگار تصانیف چھوڑی ھیں ۔ ان میں اکثر اس وقت کی مقبول کتابوں کے حواشی ھیں ۔ ان کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان ھے که انھوں نے بلند پایه اساتذہ علم کی کتابوں پر پرمغز اور علمی حاشیے لکھے ۔ فاضل مصنف کی درج ذیل تصانیف ھمیں معلوم ھو سکی ھیں ۔

١) حاشیه تفسیر البیضاوی
٢) حاشیه مقدمات تلویح
٣) حاشیه مطول
٤) حاشیه میر سید شریف
٥) حاشیه شرح مواقف
٦) حاشیه شرح عقائد تفتازانی
٧) حاشیه خیالی
٨) حاشیه شرح شمسیه
٩) حاشیه شرح المطالع
١٠) حاشیه شرح ملا صدرا
١١) حاشیه عبدالغفور
١٢) حاشیه شرح العقائد دوانی
١٣) حاشیه شرح هدایة الحکمه

۱۴) حاشیه شرح حکمه العین
۱۵ ـ حاشیه مراح الارواح
۱٦) تکمله حاشیه عبدالغفـور
۱۷) در ثمین

آخری دو کتابوں کا ذکر آزاد بلگرامی نے کیا ھے (٦٦)-

۱۸) دلائل التجدید
۱۹) حاشیه شرح التہذیب
۲۰) القول المحیط
۲۱) حاشیه سیالکوٹی علی تصورات (٦۷)
۲۲) حاشیه الکشاف
۲۳) حاشیه الحسامی
۲۴) الرساله الخاقانیه
۲۵) زبدة الافکار (٦۸)
۲٦) الدرة الفریده فی تحقیق مسئله العلم

ان کی شروح اور حواشی بہت مقبول ھوئے اور درس نظامی کے اساتذہ آج تک ان کے حواشی و شروح سے استفادہ کر کے طلبا کو درس دیتے ھیں-ان کی تصانیف کے بارے میں صاحب سبحة المرجان نے لکھا ھے-

„ له تصانیف غراء و اثره فی الام ـ رائجة فی دیار العرب و العجم .

(٦۹) ـ

عبدالله بن عمر البیضاوی کی „ انوار التنزیل و اسرار لتاویل " کو قرآن حکیم کی تفاسیر میں ایک بلند مقام حاصل ھے اگرچه یه قرآن حـــکیم کی مکمل تفسیر ھے تاھم بعض محققین کا خیال ھے که اس

میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر تفصیل سے بحث نہیں ہوئی ۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاتا ہے کہ یہ عرصہ سے داخل نصاب رہی ہے اور اب بھی برصغیر میں البیضاوی، جلالین اور کشاف تینوں کتابیں کسی نہ کسی صورت میں شامل نصاب ہیں اور انھیں اس خطہ میں بےانتہا شہرت حاصل ہوئی ہے ۔ یہ کتابیں چونکہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی گئی تھیں اس لئے پنجاب کے علماء نے ان تینوں پر حواشی لکھے . البیضاوی کی بہت سے لوگوں نے مختلف انداز میں تشریح کی ہے ۔ مگر ان سب میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ بہت اچھا اور اہم سمجھا جاتا ہے ۔ اس کے بہت سے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں ۔ اور یہ کتاب طبع بھی ہو چکی ہے ۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں مسلسل نمبر ۴۲ پر ہے ۔ نیز یہ کتاب دوسری بار ۱۹۷۵ ء میں کوئٹہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے ۔

ملا صاحب کی یہ تصنیف تفسیر البیضاوی کے ابتدائی پونے دو پاروں کی تشریح ہے ۔ چونکہ یہی حصہ اہم مسائل سے متعلق ہے اور عموماً شامل نصاب رہا ہے ۔ اس لئے ملا صاحب نے اس حصہ کی تشریح کو زیادہ ضروری سمجھا ۔ آخر میں انھوں نے اس کا اظہار کیا ہے کہ بعد میں وہ اپنا کام مکمل کریں گے لیکن مذکورہ حصے کے بعد غالباً وہ نہ لکھ سکے ۔ ان کی یہ شرح دوسرے پارے کے ثلث تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے ۔

مصنف کا مقصد البیضاوی کی مشکلات کو حل کرنا ہے ۔ یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ دوسروں کو اسے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو ۔

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے البیضاوی کے چھوٹے چھوٹے جملوں اور کہیں کہیں پر مبہم تفسیر کی تشریح و توضیح پوری تفصیل سے کی ہے ۔ مصنف نے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ وہ مشکل مقامات کو بھی حل کریں ۔ تاکہ پڑھنے والے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

زبان و بیان اور لغت کی باریکیوں کا ذکر کیا ہے ۔ مشکل الفاظ اور مخصوص طرز ادا کی تشریح کی ہے ۔ بلاشبہ اس میں وہ دوسرے شارحین پر بازی لے گئے ہیں ۔ ان کی تشریحی عبارتیں زیادہ آسان ہیں ۔ جن سے پڑھنے والے کو بغیر کسی الجھن کے بات سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ قرآن مجید کی سب سے صحیح واضح اور اچھی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے کی تھی ۔ ان کے صحابہ نے کی تھی ۔ صحابہ نے ان اقوال کو حفظ کر لیا تھا ۔ اور موقع محل کے مطابق انھیں کی روشنی میں عمل کرتے تھے ۔ قرآن کریم میں بہت سے ضروری مسائل کی طرف محض اشارے ملتے ہیں ۔ ان اشاروں کو سمجھنے کے لئے ہمیں احادیث کی طرح رجوع کرنا پڑتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یا افعال سے آیات کی تشریح ہوتی ہے ۔ انھیں تمام نامور مفسرین کی طرح قاضی صاحب بھی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں ۔ اور ان سے آیتوں کی تفسیر زیادہ آسان ہو جاتی ہے ۔ صاحب حاشیہ نے ان احادیث کے علاوہ کہیں کہیں اضافہ کرتے ہوئے مزید حدیثیں بھی لکھ دی ہیں ۔ قاضی البیضاوی نے بعض جگہوں پر حدیث تو نقل کی ہے ۔ مگر سند بیان نہیں کی ہے اور نہ ہی راوی کا نام لکھا ہے ۔ ملا سیالکوٹی نے اس کمی کو پورا کیا ہے ۔ اور راوی کا نام لکھ دیا ہے

جن روایتوں کی صحت پر شبه ہے ان پر بھی بحث کی ہے ـ

قاضی البیضاوی نے قرآن حکیم کی آیت " و امنوا بما انزل مصدقا لما معکم " (۶۰) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آگے چل کر نبی اکرم صلی الله علیه وسلم کی ایک حدیث نقل کی ہے ـ جس میں مذکور ہے که اگر موسی علیه السلام زنده ہوتے تو وه بھی میرے دین کی اتباع کرتے ـ تفسیر البیضاوی میں اس حدیث کا کوئی حواله نہیں نقل کیا گیا ہے ـ صاحب حاشیه نے پورا واقعه نقل کر کے اس کے بعد نبی اکرم صلی الله علیه وسلم کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں ـ

"والذی نفس محمد بیده لوبدء بکم موسی فاتبعوه و ترکتمونی لضللتم سواء السبیل لوکان حیا و ادرک نبوتی لاتبعتنی (۶۱) ـ

اسی طرح سے اور بہت سے مقامات پر کیا ہے ـ قاضی صاحب سے بعض مقامات کی تفسیر کرنا باقی ره گئی ہے ـ ملا عبدالحکیم ایسے مقامات پر " واعـلم ان المصنف رحمة الله تعالی لم یفسر " لکھ کر خود اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں ـ

یه حاشیه ان کی علمی قابلیت کے ساتھ مذہبی معلومات پر عبور اور قرآن فہمی کی روشن دلیل ہے ـ اس حاشیے کی وجه سے ان کی بڑی شہرت ہوئی ـ خلاصه الاثر میں لکھا ہے ـ " که علمائے ہند میں جو مرتبه ان کا تھا وه کسی دوسرے کو نصیب نه ہوا " ـ اس کتاب میں ان کے حاشیے کے متعلق لکھا ہے ـ " که میں نے اسے دیکھا اور اس میں سے دقیق مباحث کا مطالعه کیا ہے " (۶۲) ـ

البیضاوی پر جتنی شروح اور حواشی لکھے گئے ان میں علامه عبدالحکیم سیالکوٹی کا حاشیه البیضاوی سب سے زیاده مقبول اور متداول ہے یه صرف سوره الفاتحه اور سوره البقره کے بعض حصوں پر

مشتمل ہے چونکہ قاضی بیضاوی نے اپنا زور انھیں سورتوں میں دکھایا ہے ۔ اسی لئے ملا سیالکوٹی نے ان سورتوں کو منتخب کیا اور انھیں سورتوں پر حاشیہ کافی طویل بھی ہے انھوں نے اپنے حاشیہ میں اپنے گھرے مطالعے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے ۔

„ حل ان یکون شریعه لکل وارد وان یطلع علیه الا واحد بعد واحد ۔ فقلت لهم ایها الخلان الدینیه والاخوان الروحانیه انی انست نارا فی بوادی هذا الکتاب اتیکم منها یقص لعلکم تصطلون „ (۳)

اس کتاب کی تعریف علامه محبی نے ان الفاظ میں کی ہے ۔

حاشیه علی تفسیر البیضاوی علی بعض سوره البقره رایتها و طالعت فیها ایحاثا دقیقه (۴) ۔

ملا عبدالحکیم کا حاشیہ بڑا پرمغز اور کثیر الفوائد ہے البیضاوی نے جن فنون کے سہارے یہ تفسیر مرتب کی تھی ملا سیالکوٹی نے ان تمام علوم و فنون پر مہارت حاصل کرنے کے بعد ان میں خود اضافہ کر کے یہ حاشیہ لکھا اور اسکی افادیت کو دو چند کر دیا ۔ اس کے بعض فوائد یہ ہیں ۔

۱ ۔ قواعد صرف و نحو کی بحثیں کھول کر بیان کیں اور ان کی مشکلات حل کیں ۔

۲ ۔ نامانوس اور مشکل مفردات کی لغوی تشریحات کیں (۵) اور اس سلسلے میں فارسی سے بھی استفادہ کیا ہے ۔

۳ ۔ علامه البیضاوی کی بعض عبارات بڑی مغلق اور دقیق ہیں جو بآسانی سمجھ میں نہیں آتیں ۔ سیالکوٹی نے ایسی عبارات کی بہت عمدہ تشریح کی ہے ۔

۴ ۔ تفسیر میں وارد شدہ احادیث کی تخریج کی ہے اور ان پر

جرح و تعدیل کر کے آئمۂ فن کی آراء سے ان کا ضعف اور ثقاہت ثابت کی ھے۔

۵۔ قاضی بیضاوی کے شافعی نقطہ نظر کے مقابلے میں حنفی نقطہ نظر پیش کیا ھے اور اس کے دلائل بھی لکھ دیئے ھیں۔

٦۔ تصوف کے نکات کی صوفیہ کے نقطہ نظر سے وضاحت کی ھے۔

۷۔ کلامی بحثوں پر دقیق اور مفید اضافے کئے ھیں۔

۸۔ بیضاوی نے علوم قرآنیہ پر سیر حاصل بحث نہیں کی جبکہ علامہ سیالکوٹی نے اس کمی کو پورا کر دیا ھے۔

۹۔ قاضی بیضاوی پر الزام ھے کہ وہ زمخشری کے خوشہ چین ھیں۔ لیکن علامہ سیالکوٹی نے دونوں کا تقابل کر کے بیضاوی کی برتری کی نشاندھی کی ھے۔

(٦٧) حاجی خلیفہ نے اسی حاشیہ کے بارے میں لکھا ھے۔

وھی احسن الحواشی مقبولة عندالعلماء

جناب ڈاکٹر امین اللہ وثیر نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حاشیہ کشاف زمخشری کا بھی ذکر کیا ان کے الفاظ ھیں۔

the field on the commentary of the Holy Quran the translation of Mulla Abd al Hakim is glosses on Zamakhshari's of which a manuscript copy is preserved in Rampur and which has not been published so far.

جس سے اندازہ ھوتا ھے کہ ملا سیالکوٹی کا دائرہ علم اس قدر وسیع تھا کہ انھوں نے صرف تفسیر کے موضوع پر دو تصانیف یادگار چھوڑی ھیں۔

ذیل میں چند اقتباسات ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حاشیہ البیضاوی سے پیش کئے جاتے ھیں۔ تاکہ اس کی افادیت اور اھمیت

واضح ہو جائے۔

مصنف کا نام۔

یقول الضعیف المسکین عبدالحکیم بن شمس الدین ستر اللہ بعیوب نفسہ و حصل نفسہ خبیرا من نفسہ (۷۸)

قاضی کا ذکر۔

ان التفسیر المحقق و البحر المدقق المسمی ۔ « انوار التنزیل » لامام الھمام قدوۃ العلماء الاسلام ۔ سلطان المحققین ۔ و برھان المدققین القاضی ناصر الدین عبداللہ البیضاوی قد استمر العلماء بحل مشکلاۃ ۔ واسہر الاذکیاء اھدافھم لفتح مغلقاۃ الدالۃ لو جازالعبارات و احتواہ علی الاشارات ۔ حل ان یکون شریعۃ لکل وارد ۔ وان یطلع علیہ واحد بعد واحد ۔

فقلت لھم ایھا الخلان الدینیۃ والاخوان الروحانیہ انی انست نارا فی بوادی ھذا الکتاب اتیکم منھا بقبس لعلکم تصطلون فاستکشفوا منی بعض خطأفیہ ۔فعرضت لھم ماورد فی قلبی عند درسہ ۔ من حل یفید برد قلوب الابصار ۔ وزیادات دفعت الظفرہ منھا لذوی الاعتبار (۷۹) ۔

انتساب

مبلغ قاضی الامالی بالتوکل فی کل حال ۔ خلیفہ اللہ فی الارضین ۔ غیاث الاسلام و المسلمین ذی الشوکۃ العزیز الموید ۔ بجنود الالہ ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ المتخلق بخلق الربانی ۔ الملقب بصاحب القرآن الثانی (۸۰) ۔

مذکورہ بالا حقائق سے زیر نظر حاشیہ کے کوائف کھل کر سامنے آ جاتے ھیں ۔ کہ یہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصنیف ہے ۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی کی تفسیر کا حاشیہ ھے ۔ اور اس میں بہت سے مسائل سے بحث کی گئی ھے ۔ اور اس حاشیے کا انتساب مشہور مغل فرمانروا شاہ جہاں کی طرف کیا گیا ھے ۔

حاجی محمد سعید (معاصر عبدالحکیم سیالکوٹی)

حاشیہ تفسیر البیضاوی

آپ اپنے وقت کے بڑے فاضل،متورع اور عالی مشرب انسان تھے زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی اور اس میں بھی علم دین کی شمع کو روشن رکھا ۔ سرکاری ملازمت پسند نہیں کرتے تھے ۔ انکے والد سرکاری ملازم تھے اسلئے انکے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے ۔ اپنے فرائض پوری دیانتداری سے ادا کرتے تھے ۔ آپ کی پوشاک بڑی سادہ ہوتی تھی ۔ غربت میں تحصیل علم کیا پھر جو کچھ سیکھا اسکا فیض دوسروں تک پہنچایا ۔

باپ کے ترکہ سے فریضہ حج ادا کیا-واپس آ کر لاھور میں مسند درس پر بیٹھے ۔ تھوڑے ھی عرصہ میں انکی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔ جب آپ کی شہرت شاہ جہان تک پہنچی تو اس نے آپ کو اپنے ھاں آنے کی دعوت دی ۔ مگر آپ نے وھاں جانا پسند نہ کیا شاہ جہان نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور ملا سعداللہ کو آپکی خدمت میں بھیجا ۔ انھوں نے اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ۔ مگر آپ نے ملازمت کی پابندیوں میں گرفتار ھونا پسند نہ کیا اور آزادانہ طور پر

درس دیتے رہے ۔

آپ نے البیضاوی کے چند اجزاء پر حاشیه لکھا ۔

متداول تذکرے آپکی ولادت اور وفات کے بارے میں خاموش ھیں تاهم مذکوره واقعه سے پته چلتا هے که آپ دور شاه شاهجهان میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے معاصر تھے تذکرے آپکے حاشیه کے بارے میں بھی خاموش ھیں اور مولانا علم الدین سالک مرحوم کے علاوه اور کہیں بھی آپ کا تذکره نہیں مل سکا ۔

محمد شریف بن ملا عصمت الله (م ١٠٧٠ ھ کے بعد)

حاشیه البیضاوی ۔

مولانا محمد شریف لاهور کے والد ملا عصمت الله بهت بڑے عالم فاضل تھے ۔ انهوں نے لاهور میں سلسله درس و تدریس شروع کیا ۔ تو ان کے درس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔

مولانا محمد شریف نے نوعمری میں البیضاوی پر حاشیه لکھا تھا جسے بڑی مقبولیت حاصل هوئی تھی ۔

ان کی وفات ١٠٧٠ / ١٦٥٩ میں هوئی (٨٢) ۔

فاضل مفسر کے حالات یا ان کے تصنیف کرده حاشیه البیضاوی کے بارے میں متداول تذکرے خاموش هیں ۔ مذکوره بالا معلومات کے علاوه کچھ اور معلوم نہیں هو سکا ۔

نعمت الله بن عظمت الله (م ١٠٧٠ هـ کے بعد)

تفسیر القرآن علی منہج الجلالین ـ

مفسر اور مصنف نعمت الله بن عظمت الله بن عطاء الله النار تولوی ثم الفیروز آبادی اپنے دور کے بلند پایه عالم تھے انھوں نے تفسیر کے میدان میں دو کتابیں یادگار چھوڑی ھیں ـ ان کے حالات کے بارے میں معلومات کتب حواله میں نہیں مل سکیں ـ

اس مفسر کی دونوں تفاسیر کا ذکر علامه عبدالحئی نے کیا ھے اور ان کے علاوه کسی اور کتاب میں نه مصنف کے بارے میں اور نه ھی ان کی تفاسیر کے بارے میں کچھ معلوم ھو سکا ـ

١ ـ تفسیر القرآن علی منہج الجلالین ـ جیسا که نام سے ظاھر ھے یه تفسیر مشہور درسی کتاب « جلالین » کے طریقه پر اختصار کو ملحوظ رکھتے ھوئے لکھی گئی ـ جلالین چونکه بہت مختصر ھے اسلئے قرین قیاس ھے که یه تفسیر بھی اختصار سے لکھی گئی ھو گی ـ

٢ ـ تفسیر جہانگیری ـ یه تفسیر جہانگیر بادشاه کے لئے لکھی گئی تھی ـ اور ١٠٧٠ هـ میں مکمل ھوئی ـ اسی لئے تفسیر جہانگیری کے نام سے موسوم ھوئی ـ

تفسیر جہانگیری کی تکمیل ١٠٧٠ هـ میں ھوئی ـ اس لئے واضح ھے که فاضل مفسر اس سال تک زنده رھے اور ان کی وفات اس سن کے بعد ھی واقع ھوئی ـ

مذکوره دونوں تفسیروں کے ناموں کے علاوه کچھ اور معلوم نہیں ھو سکا ـ

ملاّ بدخشی لاھوری (م ۱۰۷۲ ھ)

تفسیر شاہ ۔

اس نامور مصنف اور مفسر کی تاریخ پیدائش معاصرانہ یا بعد کے تذکروں میں نہیں ملتی ۔ تاھم یہ امر تحقیق سے ثابت ھے کہ آپ کی پیدائش بدخشاں میں ھوئی اسی وجہ سے آپ بدخشی کہلائے ۔ ملا عبدالمجید لاھوری لکھتے ھیں ۔

„ ملاّ بدخشی . . . . . . از بدخشاں به لاھور آمده به ارادت سایه دریـــائی اسرار الھی سایه بیداری حقائق نامتناھی میاں میر یافت و برکات صحبت نور آگینش منازل و مقامات صوفیه میبود (۸۴) » ۔

ملا بدخشی کی لاھور آمد اور یہـــاں مصروفیات کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان اس طرح ھے ۔

„ لا جرم در حیات والدین طلب علوم مشغول گردیده ۔ بعد از کسب علوم رسمـی و اخذ فنون عقلی و نقلی ۔ و اکتساب عــلم فن توحید سالک مسلک طریق شده پیوسته دریں مطلب اصلی می بود چون در مدرسه در ھیچ باب در کشود ۔ و از ھیچ راه فتوحی او ننمــود به تحریک سابق ناپید و تحریک قائد توثیق در سال ھزار و بیت و سنة (۱۰۲۳ ھ) براه ھندوستان پیش گرفته به مجرد رسیدن لاھور خود را به منزل شیخ الطائفه میاں میر رسانیده بدریافت ملازمت آن حضـرت استفاده یافت » (۸۵) ۔

عمل صالح کے مصنف نے اس کے بارے میں مزید معلومات مہیا کرتے ھوئے بتایا ھے آپ اکیس سال کی عمر تک موضع „ ارکسا » (۸۶) میں مقیم رھے ۔ پھر حصول علم کے لئے بلخ گئے وھاں سے علوم میں

مہارت حاصل کر کے عازم ہندوستان ہوئے اور ہندوستان میں سب سے پہلے کشمیر گئے ۔ آپ کا مولد اور وطن موضع " ارکسا " ہے جو بلدہ استاق کا ایک گاؤں ہے۔ استاق مملکت بدخشاں میں ایک تابع مقام کا نام ہے جس کی وضاحت خود بدخشی نے اپنے اشعار میں کی ہے ۔

آپ کے دادا کا نام مولانا عبدی بن مولانا سلطان علی بن حضرت قاضی فتح اللہ تھا ۔ آپ کے اسلاف میں سے ہر ایک قاضی کے لقب سے ملقب تھا ۔ لیکن ان میں سے کسی نے قاضی کے فرائض سر انجام نہیں دیئے تھے ۔ بلکہ ہمیشہ ان کا پیشہ رضا و تسلیم رہا ۔

آپ کی والدہ کا نام حضرت بی بی خاتون تھا وہ عارفہ کاملہ اور رابعہ دہر تھیں۔لیکن اس دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں ۔ مولانا بدخشی کے دو بھائی اور ایک بہن تھی دونوں بھائی نیک محمد اور ملا سلطان علی ہیں ۔ دونوں بھی معرفت الٰہی کے حصول کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضر رہے پھر حضرت میاں میر کے حکم سے اپنے وطن واپس چلے گئے ۔

ملا بدخشی لاہور ہی میں مقیم رہے اور یہیں انہوں نے رحلت فرمائی ۔ آپ کی وفات کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ ۱۰۶۹ اور ۱۰۷۰ آپ کے سنین وفات بیان ہوئے ہیں ۔ اس اختلاف کے بارے میں محمد صالح کمبوہ کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ محمد صالح کے الفاظ یہ ہیں ۔

" نام فرجام روزگار (ملا شاہ) تابستان در کشمیر و زمستان در لاہور بسر بردہ در سال ہزار و ہفتاد (۱۰۷۰) سفر بالا اختیار نمود " (۸۷) ۔

آپ کا انتقال لاہور میں ہوا تھا اور آپ کا مزار کوچہ سیداں

بازار نادر علی شاہ میاں میر کالونی میں اب تک زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

آپ کی باقیات میں تین ضخیم جلدون کی شکل میں بانکی پور کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں (٨٨)۔

ان تینوں جلدوں میں سے پہلی جلد „ شاہ تفسیر " یا „ تفسیر شاہ " کے عنوان کے تحت درج ہے جو قرآن کی بہت سی سورتوں کی عربی زبان میں تفسیر پر مشتمل ہے (٨٩)۔ یہ تفسیری مواد ١٠٥٦ میں تحریر ہوا اس مجموعہ میں درج ذیل عناوین شامل ہیں۔

١) تفسیر سورہ الفاتحہ

٢) تفسیر سورہ البقرہ

٣) تفسیر سورہ یوسف

پہلی دونوں تفسیروں کی زبان عربی ہے جبکہ تفسیر سورہ یوسف فارسی زبان میں ہے (٩٠)۔ ریاض الشعراء میں ہے کہ شاہ جہان ان سے ملتا تھا اور ان کی گفتگو سے محظوظ ہوتا تھا ۔ شاہ جہان کا بیٹا دارا شکوہ اور بیٹی جہان آرا ان کے مرید تھے ۔ بڑے عارف متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے ۔ حقائق و معارف سے متعلق ان کی چند تصانیف کا ذکر بھی ملتا ہے ۔

انہوں نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی جو مکمل نہ ہو سکی اور وہ تفسیر عجیب و غریب ہے اس تفسیر میں تصوف کے نئے نئے نکات بیان ہوئے ہیں چنانچہ اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالی کا قول . . . „ ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعھم " (٩١) . . . . اولیا اللہ کے بارے میں ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اولیأ کے دلوں پر مہر لگا دی ہے ۔ تاکہ اس میں شیطانی خیالات اور

نفسانی وسوسے داخل نہ ہوں۔

اس صوفیانہ رنگ کی تفسیر کی اتنی ہی عبارت نزھۃ الخواطر ص ۱۶۴ جلد ۵ میں ملتی ہے۔ اگر یہ تفسیر کسی اور جگہ مل جاتی تو اندازہ ہوتا کہ مزید کون کون سی انوکھی اور نئی باتیں پیش کی گئی ہیں۔ اس آیت کی یہ تفسیر محض انکے ہاں ملتی ہے۔ کسی اور مفسر نے یہ تفسیری نکات نہیں بیان کئے اور نہ ہی اس قسم کی توجیہ کی ہے۔ اگر یہ تفسیر مکمل ہو گئی ہوتی تو واقعی عجیب و غریب ہوتی۔ بہت سے نئے انداز بیان اور طرز فکر سامنے آتے۔ ۱۰۷۲ ھ (۹۲) میں ان کا انتقال ہوا اور تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔

کتب متداولہ میں انکی مذکورہ تفسیر کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات میسر نہیں آ سکیں۔

حوالہ جات

۱ ۔ لسان العرب ج ۵ ۔ ص ۵۵
۲ ۔ مقدمہ تفسیر حقانی ص ۱۱۱
۳ ۔ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند ج ۲ ۔ ص ۱۲۲
۴ ۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳
۵ ۔ زبید احمد ص ۳۵
۶ ۔ فہرست کتب خانہ برلن شمارہ ۸۷۶
۷ ۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۸
۸ ۔ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفاسیر ص ۱۸
۹ ۔ بروکلمان ج ۲ ۔ ص ۲۲۰ ذیل ج ۲ ۔ ص ۔ ۲۲
۱۰ ۔ زبید احمد ۔ حاشیہ ص ۲۷۰
۱۱ ۔ معجم المولفین ج ۲ ۔ ص ۲۳۵
۱۲ ۔ نزھۃ الخواطر ج ۳ ۔ ص ۲۲۳
۱۳ اخبار الاخیار ص ۲۰۳

۱۴ ـ تذکره علمائے هند ص ۱۳۸
۱۵ ـ نزهة الخواطر ج ۴ ـ ص ۲۲۴
۱۶ ـ نزهة الخواطر ج ۴ ـ ص ۲۲۳
۱۷ ـ اخبار الاخیار ص ۲۰۳ ـ ۲۰۶
۱۸ ـ هندوستانی مفسرین اور ان کی تفاسیر ص ۴۴
۱۹ ـ معارج الولایة ج ۲ ـ ص ۲۸۷ ـ بحواله هندوستانی مفسرین ص ۴۳ ـ ۴۹
۲۰ ـ اخبار الاخیار ـ ص ۲۰۲
۲۱ ـ ملفوظات عزیزیه ص ۹۷ ـ بحواله هندوستانی مفسرین ص ۴۴
۲۲ ـ هندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۲ ـ ص ۳۰۹
۲۳ ـ منتخب التواریخ ج ۳ ـ ص ۵۳
۳۴ ـ نقوش لاهور نمبر ۳۶۲
۳۵ ـ نزهة الخواطر ج ۳ ـ ص ۱۲۴
۲۶ ـ منتخب التوراُیخ ج ۳ ـ ص ۵۴
۲۷ ـ نزهة الخواطر ج ۳ ـ ص ۱۲۴
۲۸ ـ الثقافة الاسلامیه فی الهند ص ۱۵۹
۲۹ ـ الاعلام ج ۵ ـ ص ۳۷۵
۳۰ ـ مآثر ص ۱۹۹
۳۱ ـ منتخب التوراُیخ ج ۳ ـ ص ۲۹۹
۳۲ ـ دربار اکبری ص ۳۳۰
۳۳ ـ شعرالعجم ج ۳ ـ ص ۵۲ ـ ۵۵
۳۴ ـ منتخب التوراُیخ ج ۳ ـ ص ۳۹۲
۳۵ ـ شعر العجم ج ۳ ـ ص ۳۸
۳۶ ـ حیات عبدالحق ص ۳۵۲
۳۷ ـ نزهة الخواطر ج ـ ص
۳۸ ـ سواطع الا لهام ص ۲
۳۹ ـ زبدة المقامات ص ۱۳۲
۴۰ ـ نقوش لاهور نمبر ص ۳۶۰
۴۱ ـ هندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۲ ـ ص ۲۸۰
۴۲ ـ الاعلام ـ ج ۵ ص ۳۷۵
۴۳ ـ معجم المولفین ج ۸ ص ۸۶
۴۴ ـ اعلام ج ۹ ـ ص ۳۰۰
۴۵ ـ معجم المولفین ج ۱۳ ـ ص ۱۲۲ ـ ۱۲۳
۴۶ ـ منتخب التواریخ ص ۳۶۰ ـ ۳۶۱

۴۷ ـ رود کوثر ص ۲۴۵ ـ ۲۵۲

۴۸ ـ نزهة الخواطر ج ۵ ـ ص ۴۲۵ ـ ۴۲۷

۴۹ ـ تذکرہ علمائے ہند ترجمہ ایوب قادری ص ۵۳۲

۵۰ ـ کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ ہے جس میں ہائی سکول وغیرہ موجود ہے یہ اہل علم کا مرکز رہا ہے اسی قصبہ کے ایک کاتب ابو عبداللہ محمد امام الدین گذرے ہیں انہوں نے قرآن حکیم میں لکھی جانے والی بسملہ کو ۱۱۴ انداز سے لکھا ہے قرآن حکیم کا یہ مطبوعہ نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے دارالنوادر میں محفوظ ہے جسکی کتابت ۱۳۲۰ ـ ۱۹۰۳ میں مکمل ہوئی تھی ـ

۵۱ ـ بروکلمان ذیل ج ۱ ـ ص ۵۳۳

۵۲ ـ فہرست مخطوطات عربی انڈیا آفس لائبریری شمارہ نمبر ۱۱۱۹

۵۳ ـ مخطوطہ شرح البردہ ورق ۱۲۰ لباب معارف العلمیہ مسلسل شمارہ نمبر ۱۱۲۱

۵۴ ـ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۷۴ شمارہ خصوصی صد سالہ تقریبات ص ۱۹۱ ـ ۲۰۰

۵۵ ـ تاریخ ادبیات پاکستان و ہند ج ۲ ـ ص ۲۹۲

۵۶ ـ نزهة الخواطر ج ۵ ـ ص ۷۰

۵۷ ـ مآثر الکرام ص ۲۳۶

۵۸ ـ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ـ ص ۱۸۳

۵۹ ـ سورہ البقرہ آیۃ ۱۷۷

۶۰ ـ طبقات اکبری ج ۲ ـ ص ۴۶۹

۶۱ ـ مآثر الکرام ص ۳۳۵

۶۲ ـ Punjab under the Sultans P. 10

۶۳ ـ حدائق الحنفیہ ص ۴۱۳

۶۴ ـ مقالہ برائے ڈاکٹریٹ جناب ڈاکٹر امین اللہ وثیر ص ۳۹

۶۵ ـ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۰ ـ ۱۱۱

۶۶ ـ مآثر الکرام ص ۲۱۵

۶۷ ـ زبید احمد ص ۳۳۰ اور ۳۷۰

۶۸ ـ بروکلمان ذیل ج ۲ ـ ص ۶۱۴

۶۹ ـ سبحة المرجان فی آثار ہندوستان ص ۶۶

۷۰ ـ سورة البقرہ آیت ۳۰

۷۱ ـ سنن دارمی ص ۳۳۲

۷۲ ـ خلاصہ الاثر ج ۲ ـ ص ۳۱۸

۷۳ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۲

۷۴ ـ خلاصہ الاثر ج ۲ ـ ص ۳۱۸

۷۵ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۹

۷٦ـ کشف الظنون ج ۳ ـ ص ۲۲۵
۷۷ـ ڈاکٹر امین اللہ وثیر ص ۹۰ (مقالہ برائے ڈاکٹریٹ)
۷۸ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۲
۷۹ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۱۲
۸۰ ـ حاشیہ البیضاوی (سیالکوٹی) ص ۳
۸۱ ـ نقوش لاہور نمبر ص ۵۱٦
۸۲ ـ نقوش لاہور نمبر ص ۵۱۷
۸۳ ـ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ص ۱۵۸
۸۴ ـ بادشاہ نامہ ج ۲ ـ ص ۲۳۳ (طبع کلکتہ)
۸۵ ـ عمل صالح ج ۳ ـ ص ۳۷۰ ـ ۳۷۱
۸٦ـ " ارکسا " کی بدخشی نے اس طرح وضاحت کی ہے " ملک من از ملکہا ملک بدخشاں آمد ـ از بلاد از روستان از قراء از ارکسا " ـ
۸۷ ـ عمل صالح ج ۳ ـ ص ۳۷۰
۸۸ ـ فہرست عربی مخطوطات بانکی پور ج ۳ ـ ص ۱۱۲ ـ ۱۱٦
۸۹ ـ تاثیر معنوی ایران در پاکستان ص ۳۳ ـ ۳۴
۹۰ ـ اورینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۷ ء
۹۱ ـ سورۃ البقرہ آیت ۷
۹۲ ـ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۱٦۴